راجستھان کے منفرد شاعر : حضرت دؔل ایّوبی ٹونکی

نام مبارک علی بیگ ابنِ منشی احمد بیگ تھا۔ 21 ستمبر ،1929کو بمقام ٹونک پیدا ہوئے۔ تخلص دؔل تھااور اپنے استادِ سخن مفتی محمد ایّوب خاں کے اسمِ گرامی کی مناسبت سے دؔل ایوبی کے نام سے معروف ہوئے۔

دؔل ایّوبی نے جس وقت ہوش سنبھالا اس وقت ٹونک میں شعر و سخن کے چرچے عام تھے۔ ٹونک کے پر فضاماحول میں دؔل صاحب نے اپنی شاعری کا آغاز کیا اور بہت سے با کمال شعراء ادباء اور فضلاء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ۔ان کے معاصر شعراء میں آختر شیرانی ،بسمؔل سعیدی،مخمؔور سعیدی،فائز ،نؔصیروغیرہ بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔فن کار جس ماحول ،جس تہذیب اور حالات کا پروردہ ہوتا ہے اس کا عکس اس کی شاعری اور تخلیقات میں ضرور ملتا ہے۔ "راہگزر " کے 'عرضِ مصنف' میں دؔل صاحب خود اپنے کلام اور ٹونک کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" جہاں تک میرے کلام کا تعلق ہے،اس کے متعلق مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ذوقِ سخن فطری طور پر مجھے قدرت کی جانب سے ودیعت ہوا ہے اور میرا یہ ذوقِ سخن ٹونک کے اس ادبی ماحول میں پروان چڑھا ہے جہاں کلاسیکل روایتی شاعری اپنے پورے تقاضوں کے ساتھ آج بھی مقبول ہے۔ ان تقاضوں کا لحاظ رکھنا میرے لیے ایک ناگزیر امر تھالیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے جدید اقدار سے گریز کیا ہے۔ میں جدید صالح اقدار کو پسند کرتا ہوں اور اسی لیے میں نے اپنے کلام میں ان کو بے تکلف پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔"

شریعت فہم و سخن کے رازدار حضرت دؔل ایّوبی دبستانِ ٹونک کے کامل الفن اور مسلم الثبوت اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں جن کی شعری کاوشات کو قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ دؔل ایّوبی ایک بلند مرتبہ کلاسیکل شاعر تھے۔ انہوں نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ غزل اور نعت کے علاوہ انہوں نے قطعات ،رباعیات ،منظومات ،سہرے ،رخصتیاں وغیرہ بھی لکھی ہیں مگر غزل ان کی محبوب ترین صنف ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دؔل ایّوبی کا جوہر ان کی غزل گوئی میں نظر آتا ہے۔ جس میں انہوں نے مختلف موضوعات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے اور زبان دانی کے جوہر دکھائے ہیں۔

"راہ گزر " میں 'حرفے چند' کے عنوان سے مخمؔور سعیدی ،دؔل ایّوبی کی غزل گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"دؔل صاحب کے کلام میں غزل کی کلاسیکل روایت کا رچاؤ ہے۔ انہوں نے اظہار و بیان کے مانوس پیرایوں سے انحراف و تجاوز کی کوئی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ان کا مطمح نظریہ رہا ہے کہ مصدقہ اسالیب کی حدود میں رہ کر ہی راہِ سخن طے کی جائے۔اس کا ایک سبب غالباً وہ ماحول ہے جس میں ان کے شاعرانہ ذہن و ذوق کی تربیت ہوئی ہے اور جہاں آج بھی اساتذہ کے بنائے ہوئے راستوں سے رو گردانی کو گمراہی کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ جس خوبی کی دؔل صاحب کو داد ملنی چاہیے وہ یہ ہے کہ انہوں نے روایت کے بے جان عناصر اور زندہ عناصر میں فرق کیا ہے اور اپنے کلام میں انہی عناصر

کو جگہ دی ہے جو ابھی زندگی کی حرارت سے محروم نہیں ہوئے ہیں ۔ اور جدید میلانات سے بھی کم از کم کوئی تعصّب روا نہیں رکھا ہے۔"

" آئینہ دل" کے 'غزل کی کافر اداؤں کا رازدار' کے عنوان سے سیّد فضلِ امام ،شعبہ اردو ،الہٰ آباد یونیورسٹی،الہٰ آباد ،دؔل ایّوبی کی غزل کے بارے میں بیان کرتے ہیں:۔

"مسرت ہے کہ حضرت دؔل ایّوبی کی شاعری زبان اور فن کا ایک معجزہ ہے وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور غزل کی کافر اداؤں کے رازدار ہیں۔ میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا ہےان کی شخصیت سراپہ غزل تھی۔ وہی تنگ مزاجی،زودرنجی ،تولہ ماشہ ،نرم دمِ گفتگو،گرم دمِ جستجو،کبھو فکر فو، کبھو تمنّائے لہو، عجب انداز تھا اس مردِ قلند کا۔ یہ سب اندازِ جذب غزل کے غمزہ اور عشوہ کے عطا کردہ تھے۔"

غزل گوئی میں ان کی دو تصانیف 'راہ گزر' اور 'آئینۂ دِل' قابلِ ذکر ہیں۔ جن میں غزلوں کا پہلا مجموعہ'راہ گزر' ہے جو1973 ء میں شائع ہوا ۔ غزل گوئی دؔل صاحب کا خاص میدان ہے۔ اس لیے اس کتاب میں ان کی بہترین اور بے مثال غزلیں موجود ہیں۔ کلام میں غزل کی کلاسکل روایت کا رچاؤہے۔ مزاج دانِ غزل ہیں۔ کلام میں تصوف ،سماجی شعور ،رمزیت ،تہذیبی اقدار ،فکر و تمدن ،مزاج کا بانکپن اور ماضی کی مخصوص روایات کا بھر پور اظہار ملتا ہے۔ یہ کتاب 112 صفحات پرمشتمل ہے۔ دؔل ایّوبی کا غزلوں کا دوسرا مجموعہ 'آئینۂ دِل ' ہے جو 1996ء میں شائع ہواچونکہ غزل دؔل صاحب کا خاص وصف ہے اس لیے اس میں بھی ان کی بہترین غزلیں شامل ہیں۔ ان کی اس آخری کتاب کو ان کے فرزند ڈاکٹر سخاوت شمیؔم نے ترتیب دیا۔ آپ نے بڑی جانفشانی کے بعد مرحوم والد کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سخاوت شمیؔم کابھی شمار راجستھان کے بڑے شعراء میں ہوتا ہے۔

غزلوں کے مجموعے"آئینۂدِل" میں 'تقریظ" کے عنوان سے صاحبزادہ شوکت علی خاں ، دؔل ایّوبی کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"ایسی ہی شاعری 'آئینۂ دِل' میں جلوہ گر ہے۔ جو زندگی کی تمام حقیقتوں اور کیفیتوں کی جہاں ترجمانی کرتی ہے وہاں اس کی تلخ کامیوں اور بے نوائیوں کا ماتم بھی کرتی ہے۔ اور'از دل خیزد و بردل ریزد' کے مصداق ایک ایک لفظ سے عیاں اور ایک ایک حرف میں نہاں نظر آتی ہے۔ کیف وخیف، رست و خیز ،راز و نیاز ،مسرت و بہجت ،غم و الم ،خود آگہی و خود فراموشی،نالہ و شیون،مستی حیات ،فلسفہ ممات، معاملات و واردات ،جذبات و کیفیات ،جز ئیات و کلیات ،غرض زندگی کے تمام و کمال متعلقات ،و مناسبات، دل پر وارد ہو کر جب اپنے بے نقاب جلوؤں ،حقیقت شناس نگاہوں ،فتنہ پر دازیوں اور حیرت سامانیوں میں آشکار ا ہوتے ہیں تو نظردل ،اور دل نظر بن جاتے ہیں۔ اور جب ایسا ہوتا ہے تو شاعرانہ عظمتیں اپنی فکری پہنائیوں کے ساتھ ،تخیل غاؔلب ،سوز و ساز مؔیر، معاملاتِ موؔمن، تغزلِ فاؔنی اور نیرنگ خانہ جگرؔ میں سورج کی صباحت نشان صبحگاہی کرنوں کی طرح ،قوس وقزح کے رنگ بھرتے ہیں کہ وہ تمام شاعری دل کے گوشے گوشے سے 'صدائے بازگشت' بن کر بولتی ہے، 'راہ گزر' بن کر آواز دیتی ہے اور 'آئینۂ دِل' بن کر زندگی کا مطالعہ کرتی ہے اور اس کی حقیقتوں کی ترجمانی بھی ،تجزیہ بھی اور تبصرہ بھی۔ جہاں مشاہدہ کرتی ہے وہاں مکاشفہ کو آئینہ دار بناتے ہوئے محاسبہ بھی کرتی ہے

اور گفتار و کردار کے آئینہ خانہ میں ایک ایک صورت کو ہزاروں زاویوں سے دیکھ کر ذرّہ ذرّہ کو آئینہ بردار بناتی ہے "۔

مندرجہ ذیل اشعار ان کے غزل کے مجموعوں کی نمائندگی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ؎

کہکشاں راہ گزر کس کی رہی ہے اے دؔل چاند واقف ہے،ستاروں کو خبر ہے شاید

عقل حیراں ہے وہ منظر نظر آتا ہے مجھے آئینہ دل کا سکندر نظر آتا ہے مجھے

جگمگا تا ہوں ذرّے ذرّے میں مٹ کے بھی حسنِ رہ گزر ہوں میں

دؔل ایّوبی کی غزلوں میں معاملاتِ حسن و عشق کے موضوع پر مخؔمور سعیدی "راہ گزر" میں 'حرفے چند' کے عنوان سے یوں عرض کرتے ہیں:۔

"دؔل صاحب کے ہاں ان معاملات کا ذکر بھی ملتا ہے جنہیں عرفِ عام میں مجازی عشق سے متعلق کہا جا سکتا ہےلیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان معاملات کی طرف ان کو توجہ محض تغزّل کے تقاضوں کی پاسداری میں مبذول ہوئی ہے یا وہ خود صاحبِ معاملہ بھی رہے ہیں۔"

دلؔ ایّوبی کا مندرجہ ذیل شعر مخمورؔ سعیدی کے اس قول کی تائید کرتا ہے ؎

اے دؔل عجیب کشمکشِ حال میں ہیں ہم زندہ رہیں فراق میں یا شاعری کریں

لیکن مخؔمور سعیدی نے پھر یہ واضح بھی کر دیا ہے:۔

"وہ حسن کی جلوہ نمائیوں کے مشتاق تو ہیں مگر محتاج نہیں۔"

مرزا غاؔلب کا محبوب کی ستم زرفی پرایک مشہور شعر ہے ؎

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ ہم کو حریص لذّتِ آزار دیکھ کر

اسی مماثلت کا دؔل ایّوبی کا شعر ہے ؎

خیر ہو یا رب اہلِ وفا کی اس نے ستم بھی چھوڑ دیا ہے

شاعر نےجفاؤں کا بھی مرکز بنانے کا مشورہ دیا ہے ؎

کوئی مرکز تو جفاؤں کا بہر حال رہے کس کو ڈھونڈیں گی نگاہیں دؔلِ ناکام کے بعد

داؔغ دہلوی کا ایک مشہور و معروف شعر ہے ؎

کسی طرح جو نہ اس بت نے اعتبار کیا مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا

اسی موضوع کو دؔل ایّوبی نے یوں بیان کیا ہے ؎

ہم وفا دار نہ اب ہیں نہ کسی روز رہے اس ستمگر کو یہی نیک گماں ہے اب تک

محبوب سے وصال کا منظر کس خوبی سے بیان کیا ہے ؎

کبھی منتّیں بھی نہ کام آسکیں کبھی سامنے خود بخود آگیے

علامہ اقبالؔ کا ایک منفرد اور زبان زد شعر ہے ؎

یقیں محکم ،عمل پیہم ،محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اسی مماثلت سےدؔل ایوبی کا ایک شعر ہے جس میں شاعر نے عشق میں عزم و یقیں کے ذریعہ منزل تک پہنچنے کا راستہ بتایا ہے؎

عزم کا ایک قدم ،ایک یقیں کا ساتھی منزلِ عشق ہے دو گام تو ڈرتا کیوں ہے

لیکن ساتھ ہی عشق میں منزل کشی کی خواہش کو دؔل ایوبی بے سود قرار دیتے ہے ؎

رہِ الفت میں ہر اک موڑ پہ آئی یہ صدا صرف منزل ہو نظر میں تو سفر بھی نہ کریں

مرزا غاؔلب کا ایک مشہور شعر ہے ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست ،جاؤ وہ بے وفا سہی جن کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

اسی مماثلت سےدؔل ایوبی کا شعر ہیں ؎

نہ پوچھ مسلکِ اہلِ محبّت محبّت ہے،نہ دنیا ہے نہ دیں ہے

شاعرجرمِ عشق کی سزا پانے کو بھی تیار ہیں ؎

سزا بھی تو کوئی ہوتی ہے جرمِ عشق کی اے دؔل مگر وہ ہیں کہ بس الزام سے آگے نہیں بڑھتے

معین احسن جذؔبی کا مشہور شعر ہے ؎

پر سشِ غم کو وہ آئے تو اک عالم ہوگا دیدنی کیفیتِ قلب و جگر بھی ہوگی

دؔل ایوبی کا یہ شعر بھی اس خیال کی تائید کرتا ہے ؎

آپ آجا ئیں تو کیا حال ہو غم خانے کا اک تصوّر سے یہ رونق ہے،یہ تابانی ہے

تشبیہ کی ندرت دیکھیے ؎

تیرے گیسو نہیں مرے حالات جو بکھر بھی گئے سنور بھی گئے

شاعر نے آدمی کو اچھائی اوربرائی کا مجموعہ بتایا ہے ؎

فرشتہ ہے تو تقدّس تجھے مبارک ہو ہم آدمی ہیں تو عیب و ہنر بھی رکھتے ہیں

ذَوق کا ایک مشہور شعر ہیں ؎

اب تو گھبراکے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اسی موضوع سے مما ثل شعر دؔل ایوّبی نے کہا ہے ؎

دیتا ہے اب یہی دلِ شور یدہ مشورہ جینے دے تنگ ہو تو میاں! مرکے دیکھ لو

طنز کی ندرت دیکھیے ؎

سب نمکداں الٹ چکی دنیا تم اب آئے ہو، زخم بھر بھی گئے

شاعرانہ تعلّی کی مثال دیکھیے ؎

فکر سخن بے سود ہے اے دؔل شعر اگر الہام نہیں ہے

دؔل ایوّبی غزل کے ساتھ ساتھ نعت گوئی میں بھی اپنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔انہوں نے اپنی غزلوں میں بھی نعتیہ اشعارکا استعمال بخوبی کیا ہے۔ ایک سچے عاشقِ رسول ہونے کی وجہ سے ان کی نعت گوئی میں قلبی جذبات کا اظہار ملتا ہے۔ نعت گوئی میں دؔل ایوّبی محسن کاکوروی کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔موصوف کے شعری مزاج اور فکر و فن کو اہلِ نظر نے داد و تحسین سے خوب نوازا۔ نعت گوئی میں ان کے نعتیہ مجموعہ ' نذرِسالت' کو مقبولیت کا شرف حاصل ہے۔اشاعت کے اعتبار سے یہ دؔل ایوّبی کی دوسری کتاب ہے جو 1972ء میں شائع ہوئی۔اس میں دؔل صاحب نے الگ الگ ہیئتوں میں بہترین نعتیں تخلیق کی ہیں۔ اس کتاب میں موصوف نے نعت گوئی کے تمام جوہر دکھائے ہیں۔تمام نعتیں وفورِ عشق سے لبریز ہیں۔کلام و بیان کی پختگی اور شگفتگی قابلِ ذکر ہے۔

"نذرِ رسالت" میں 'گزارشِ احوالِ واقعی۔۔۔' کے عنوان سے دؔل ایوّبی خود اپنے کلام اور نعت گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" نذرِرسالت میری نعتوں کا مجموعہ ہے۔ یہ نعتیں غزل کی ہیئت میں بھی ہیں ،نظموں کی صورت میں بھی اور گیتوں کے روپ میں بھی۔ میں نے چمنِ عشقِ رسول سے رنگارنگ پھول چن کر ایک ڈالی تیار کرنے کی جسارت کی ہے لیکن حیران ہوں کہ یہ حقیر نذرانہ دربار رسالت میں پیش کیے جانے کے قابل ہے بھی یا نہیں!۔۔۔۔میرا یقین ہے اور اس یقین کو میرے ذاتی تجربے نے پختہ تر کر دیا ہے کہ نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں ہے۔توفیقِ خداوندی کے بغیر نعت کہنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔یہ ایک ایسی نازک صنفِ سخن ہے کہ اس کی نزاکتوں سے عہدہ بر آہونے کے لیے محض شعر گوئی کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونا کافی نہیں۔ذاتِ رسول سے محبت و عقیدت اور منصبِ رسالت کا عرفان ،یہ دو چیزیں اس راہ میں قدم اٹھانے کے لیے شرطِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مجھے اپنی کم مایگی اور بے بضاعتی احساس ہے ۔میں کسی درجے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے مرتبۂ رسالت کا عرفان حاصل ہو سکا ہے لیکن ذاتِ رسول کے لیے ایک والہانہ شیفتگی کا جذبہ میں نے اپنے دل کی عمیق ترین

گہرائیوں میں ہمیشہ محسوس کیا ہے اور اسے میں اپنے لیے خدائے بخشندہ کی ایک بے بہا بخشش تصوّر کرتا ہوں۔"

مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ان کا یہ نعتیہ شعر کرتا ہے ؎

کہاں میں اور کہاں نعتِ شہِ ہر دوسرا،اے دؔل یہ توفیقِ خدا ہے اور فیضانِ محمدؐ ہے

شاعر نے مدینے جانے کی مثبت خواہش ظاہر کی ہے ؎

اے دؔل اللہ نے چاہا تو مدینے جا کر ہم بھی ہوں گے کبھی مہمانِ رسولِ عربی

ہمارے نبیؐ تہذیبِ نو کےموجد ہے ،اس بات کو کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎

جہالت کی ہر رسمِ بیجا مٹادی زمانے کو تہذیب ِ نو جس نے بخشی

برتری حاصل کرنے کا مکمل ذریعہ بتایا ہے ؎

اگر سرداریاں درکار ہیں تجھ کو دو عالم کی غلامِ مصطفےٰ بن جا،غلامِ مصطفےٰ بن جا

شاعر نےنبیؐ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے سے اپنی صورت اور سیرت سنوارنے کی ترغیب کی ہے ؎

محبت ہے نبیؐ سے تو ادا حقِ محبت کر مقدس اپنی صورت کر مطّہر اپنی سیرت کر

ہمارے نبیؐ کی عظمتوں کا پتالگانا ممکن نہیں،اس بات کو شاعر نے واضع کیا ہے ؎

تمہاری عظمتوں کا کون کر سکتا ہے اندازہ امام الانبیا، ختم الرّسل،خیر البشر تم ہو

شاعر نے اس ازلی حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں مخلوق کو پیدا کیا ؎

تمہیں وجہِ تخلیق کون و مکاں ہو تمہیں پر ہے دارومدار ِ دو عالم

تمہاری ہی رحمت کی ہے رہنِ منّت چمن بندیِ لالہ زارِ دو عالم

"نذرِ رسالت" میں دؔل ایّوبی کی قطعات بھی شامل ہیں ۔ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیے ؎

بام و در کو سلام کرتے ہیں کِس قدر احترام کرتے ہیں

تیرے در پر پہنچ کے دیوانے سجدہ بے قیام کرتے ہیں

دؔل صاحب کو نظم و غزل دونوں میں یکساں قدرت حاصل تھی حالانکہ محبوبیت کا شرف غزل کوہی حاصل ہوا۔ لیکن نظم نگاری میں انہوں نے اپنی قابلیت کی جوہر دکھائے ہیں اور عظیم اور شاہکار نظمیں تخلیق کی ہیں۔ جس کا ثبوت ان کی دو مسلسل اور طویل نظمیں 'صدائے بازگشت' اور 'ملّتِ

بیضاء'ہیں۔'صدائے بازگشت' ایک مقصدی نظم ہے جسے ایک مثنوی کی شکل میں لکھا گیا ہے۔اسے ایک کتابچہ کی شکل میں 1970ء میں شائع کروایا گیا۔شائع ہونے کے اعتبار سے یہ دؔل ایوّبی کی پہلی تخلیق ہے۔اس کتابچہ میں بتیس صفحات ہیں ۔یہ نظم ایک چھوٹی اور دلپذیر بحر میں دو سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نظم میں حمد و نعت اور منقبت بیان کرنے کے بعد قوم کی حالاتِ زار کا ذکر کیا ہے۔ دوسری طویل نظم 'ملّتِ بیضاء' 1977ء میں ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہوئی۔ اس نظم کو مسدس کی شکل میں لکھا گیاہے۔ یہ ایک ویسا ہی کارنامہ ہے جیسا حاؔلی نے 'مدّوجزراسلام' لکھ کر کیا تھااور جسے سر سید نے اپنی شفاعت کا ذریعہ مانا تھا۔اس نظم میں دؔل صاحب نے مسلمانوں کی عروج سے پستی کی داستان بیان کی ہے۔

"صدائے باز گشت" پر تبصرہ کرتے ہوئے استاذی ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی رقم طراز ہیں:۔

" آج بھی جہاں مخؔمور سعیدی اور بسمؔل سعیدی جیسے شعراء اپنے وطن سے دور رہ کر ٹونک کی ادبی آبرو قائم اور وطن کے نام کو روشن کئے ہوئے ہیں وہاں مقامی طور سے بھی کچھ ادباء و شعراء موجود ہیں جن کے نثر و نظم کے کارناموں پر نہ صرف ٹونک بلکہ تمام راجستھان کو بجا فخر و ناز ہے۔ ایسے ہی شعراء میں حضرت دؔل ایوّبی کا ایک خاص مقام ہے۔ دؔل، صاحبِ دل شاعر ہیں۔ قدیم اقدار کے علم بردار بھی ہیں اور اچھی ،جدید قدروں کے حامی بھی۔ ۔۔۔۔دؔل صاحب کی نظم 'صدائے باز گشت' ایک چھوٹی اور دل پذیر بحر میں دو سو سے زاید اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نظم میں شاعر نے حمد و نعت اور منقبتِ صحابہ بیان کرنے کے بعد عشقِ حقیقی کی جلوہ گری پر اظہارِ خیال کیا ہے اور اسی پس منظر میں حضورِ رسالت مآب میں نذرانہ سلام پیش کرتے ہوئے قوم کی حالتِ زار عرض کی ہے۔۔۔۔دؔل صاحب کی یہ نظم ان کے نیک اور پاک جذبات کی ترجمان ہے اور صداقتِ احساس اور خلوصِ نیت کی آئینہ دار ہے۔ موصوف نے وطن کی قدیم اقدار کا پورا خیال رکھا ہے ۔جن میں صدائے درویش اور نغمۂ شاعر کی ہم آہنگی نظر آتی ہے۔۔۔۔شعریت و معنویت ،نغمہ و حسن ،صوتی نشیب و فراز ،سوز و ساز، رنگ و آہنگ ،جذبہ و شعور ،شگفتگی و وارفتگی ،ذہنی پختگی وبالغ نظری ،شعری رچاؤ ،زبان و بیان کی صفائی ،ستھرائی اور بے ساختگی ،والہانہ طرزِ ادا ،الفاظ کی موسیقیت ،احساس کی ترجمانی ،غرض داخلی اور خارجی ہر اعتبار سے یہ نظم قابلِ داد و ستائش ہے۔"

کتابچہ "ملّتِ بیضاء" کے مقدمہ میں احمد حسن غفرلہ دؔل صاحب کی نظم نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"دؔل صاحبِ شعور شاعر ہیں۔ان کی یہ شاعری نری شاعری نہیں ،دل کی دھڑکنیں ہیں،اِن دھڑکنوں سے بننے والے خطوط و الفاظ کو دیکھ کر حساس و ذمہ دار دماغ کے کارڈیو گرام سے کام لیتے ہوئے ریڈنگ کے نتیجہ میں جو رپورٹ ملتی ہے وہ ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ یہ عامیانہ شاعری نہیں بلکہ "ملّتِ بیضاازفکرِبیش بہادؔل ایوّبی"(1974ء) یا "کلام ِلا جواب از دؔل ایوّبی ٹونکی" (1974ء) ہے۔طبّی اعتبار سے دل کا درد موت کے گھاٹ اُتارتا ہے لیکن دؔل کا یہ درد قلب و ضمیر کا مداوا اور قومی و ملی امراض کا علاج ہے۔"

دؔل صاحب اپنے نظم کی شروعات ان مصرعوں سے کرتے ہیں ؎

"ملتِ بیضا"تری تاریخ روشن کم نہیں وسعت قلب و نظر کو تیرا دامن کم نہیں

پھر وہ ملت سے سوال کرتے ہیں ؂

روکنے سے تیرے کیوں طوفان کوئی رکتا نہیں آسمان کیوں آج قدموں پر ترے جھکتا نہیں

پھر سوال کا جواب بھی خود ہی دیتے ہیں ؂

تونے اپنا راستہ چھوڑا ہو ایسا تو نہیں اپنی عظمت کا سبق بھولا ہو ایسا تو نہیں

ہاری ہوئی بازی کو جیتنے کے لیے قوم کو راستہ بھی بتاتے ہیں ؂

شرط یہ ہے پیکر ِعزم و یقیں بن کر اٹھیں دولت ِ حق و صداقت کے امیں بن کر اٹھیں

بے عملی کو ذلّت کی وجہ بتایا ہے ؂

بے عمل کے اس جہاں میں کام چل سکتا نہیں ہم نہ بدلیں خود تو یہ عالم بدل سکتا نہیں

نظم کے آخر میں علم کی طاقت کےساتھ پھر سے آگے بڑھنے کی نصیحت کرتے ہیں ؂

علم کی دین ہےامن و امانِ روزگار علم ہی کے دم سے ہے سرگرمیِ ہر کارزار

دّل ایّوبی سے متعلق اس مطالعہ سے یہ واضح ہے کہ دّل صاحب راجستھان کے ایک ایسے عظیم شاعر ہیں جو اپنی مستند شاعری کے بنا پر اردو شاعری میں مسلم الثبوت استاد کا درجہ رکھتے ہیں۔انہوں نے ادب میں بیش قیمتی فن پارے تخلیق کیے ہیں۔لیکن ماضی کا یہ باکمال شاعر جدید دور میں گمنام اور ناآشنا نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ ایک کوشش ہے کہ ان کا کلام اردو ادب میں شناخت حاصل کر سکے اور دوسرے تحقیق کرنے والوں کے لیے اہم اور مفید مواد فراہم کر سکے۔ ساتھ ہی اس مقالہ کا ایک مقصد دّل ایّوبی کے کلام کو عام کرنا ہے تاکہ راجستھان کا ایک عظیم شاعر اور فنکار اپنے بیش بہا فن پاروں کے ساتھ منصفہ شہود پر آکر شعرائے راجستھان کے اس زمرہ میں شامل ہو جس کا وہ حقدار اور مستحق ہے۔

محمد صادق

ریسرچ اسکالر،شعبۂ اردو،ایم۔ڈی۔ایس ۔یونیورسٹی،اجمیر،راجستھان۔انڈیا

زیر نگراں

ڈاکٹر قائد علی خاں

صدر شعبۂ اردو،ایس۔پی۔سی۔جی۔سی ۔اجمیر،راجستھان۔انڈیا